جناب ضیاء الدین لاہوری

بلا تبصرہ

سرسید مشرقی علوم اور پنجاب یونیورسٹی

جس دور میں سرسید احمد خاں ہندوستانیوں کی دیسی زبانوں کے ذریعے علوم و فنون کی تعلیم دینے کے ؟ ہوتے اور اس مقصد کو سامنے رکھ کر مغربی علوم کی کتابوں کے تراجم شائع کرنے کے لیے سائنٹیفک سو کی بنیاد رکھی انہوں نے برٹش انڈین ایسوسی ایشن کی جانب سے گورنر جنرل کے نام جو عرض داشت کی اس میں ورنیکلر یونیورسٹی قائم کرنے کی درخواست ان الفاظ میں کی ۔

"گورنمنٹ ہند اعلیٰ درجے کی تعلیم عام ایسا سررشتہ قائم کرے جس میں بڑے بڑے علوم اور فنون کی تعلیم دیسی زبان کے ذریعے سے ہوا کرے اور دیسی زبان میں انہی مضمونوں کا امتحان سالانہ ہوا کرے جس میں کہ اب طالب علم کلکتہ یونیورسٹی میں انگریزی زبان میں امتحان دیتے ہیں اور جو سندیں اب انگریزی کے طالب علموں کو علم کی مختلف شاخوں میں لیاقت حاصل کرنے کے عوض میں عطا ہوتی ہیں وہی سندیں ان طالب علموں کو عطا ہوا کریں۔ جو انہی مضمونوں کا دیسی زبان میں امتحان دے کر کامیاب ہوں ۔ حاصل یہ ہے کہ خواہ تو ایک اردو فریق کلکتہ کی یونیورسٹی میں قائم کیا جائے یا ممالک شمالی و مغربی میں ایک یونیورسٹی دیسی زبان کی علیحدہ مقرر کی جائے ۔ گورنمنٹ پنجاب نے مشرقی زبانوں کی ایک یونیورسٹی کی ضرورت کو تسلیم کر کے اس کی بنیاد ڈالنے کی کوشش شروع کی ہے۔ اس یونیورسٹی کا مقصود اور منشا مشرقی زبانوں کا شگفتہ اور سرسبز کرنا ہے اور یہ یونیورسٹی ایک ایسا ذریعہ ہوگی جس کی بدولت اہل یورپ کے علم اور شائستگی اور تربیت ہندوستان میں پھیلے گی جس سے ہندوستان کی حالت بدل جائے گی ۔" [لہ]

یہ عرض داشت ۱۸۶۷ء میں پیش کی گئی تھی ۔ انیسویں صدی کی نویں دہائی کے آغاز میں جب اس

لہ سرسید احمد خاں (حالات و افکار) ص۱۰۱

مقصد کے لیے پنجاب یونیورسٹی کے قیام کے منصوبے بن رہے تھے تو اس بارے میں سرسیدؒ کے خیالات بدل چکے تھے اور وہ اعلیٰ تعلیم کا حصول صرف انگریزی زبان ہی کے ذریعے چاہتے تھے۔ اہل پنجاب نے لارڈ رپن کو ایک ایڈریس پیش کیا جس میں یہ کہا گیا کہ "ساڑھے تین لاکھ روپیہ، جو عطیہ یونیورسٹی کالج ہے، والیان ریاست ہائے و دیگر رؤسائے پنجاب نے دراصل زبان ہائے دیسی کی تکمیل سے تعلیم کو رواج دینے کی غرض سے عطا کیا تھا۔ سینٹ کو اس بارے میں کچھ بھی شک نہیں ہے کہ علم کو زبان ہائے دیسی کے توسل سے ترقی دینا تعلیم کی ضروریات کو ملک کے حسب حال بناتے کا بہترین طریقہ ہے[۱] اس کے جواب میں لارڈ رپن نے کہا کہ "میں ان خیالات سے اتفاق رکھتا ہوں جو میرے یقین میں آپ لوگ رکھتے ہیں کہ اس ملک میں صرف زبان ہائے دیسی کے توسل سے علوم و فنون کی ترقی و اشاعت بہترین سہولت سے ہو سکتی ہے۔"[۲] اس صورت حال پر سرسیدؒ خاموش نہ رہ سکے اور اوپر تلے تین مضامین پنجاب یونیورسٹی کے مجوزہ منصوبے کی مخالفت میں تحریر کیے۔ ان کے خیال میں یہ اعلیٰ تعلیم کو موقوف کرنے کی ایک سازش تھی۔ انہوں نے لارڈ لٹن کے ان خیالات پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے لکھا۔

"جیسے کہ جناب ممدوح نے بعض اسپیچوں میں علوم مشرقی کی ترقی کی ترغیب دی یا جیسے کہ یہ حال میں واقعہ پنجاب یونیورسٹی کالج کو کامل یونیورسٹی بنانے کی درخواست کے وقت پیش آیا دوراندیش ہندوستانیوں کو نہایت تردد میں ڈالتا ہے اور وہ خوف زدہ ہو کر خیال کرتے ہیں کہ شاید وہ پالیسی مستحکم ہو گئی ہے اور وہی دھوکہ کی ٹٹی پھر ہماری آنکھوں کے سامنے کھڑی کی جاتی ہے جس کو مرحوم ہمارے محسن لارڈ میکالے نے اپنی نہایت سچی تحریروں اور زبردست ہاتھوں سے اٹھایا تھا۔"[۳]

انہوں نے مزید لکھا کہ "بذریعہ ترجموں کے علوم مغربی کے ہندوستان میں پھیلانے کا مقصد ایک ہنسی کی بات ہے۔ بہت مدت ہوئی کہ یہ پالیسی ایسٹ انڈیا کمپنی کے عہد میں اختیار کی گئی تھی اور اس بہادر اور محسن شخص لارڈ میکالے نے اس کو بھی ویسا ہی بے سود اور دھوکا ثابت کر دیا جیسے کہ اس زمانے کی دوسری پالیسی کو ثابت کیا اور بالآخر اس دھوکہ کی ٹٹی کو اٹھا دیا۔"[۴]

متذکرہ عہد کا تذکرہ کرتے ہوئے سرسیدؒ نے بعد میں اپنی ایک تقریر میں کہا تھا۔

"یہ وہ زمانہ تھا کہ جب لارڈ میکالے پریذیڈنٹ ایجوکیشنل بورڈ کے تھے۔ اس وقت اس کی تکرار

---

[۱] مقالات سرسید (۱۵) ص۵۸ [۲] ایضاً [۳] ایضاً ص۶۲ [۴] ایضاً ص۶۵

اور بحث تھی کہ ہندوستانیوں کو آیا انگریزی علوم اور فنون سکھائے جائیں یا ان کو انہی مشرقی علوم میں مبتلا رکھیں جن میں وہ ابتدائے عمل داری انگریزی سے ۱۸۳۰ء یا ۱۸۳۲ء تک مبتلا تھے؟ یہ تکرار علوم انگریزی کے مفید یا غیر مفید ہوتے پر نہ تھی بلکہ اس بات پر تھی کہ خدا نے جن بندوں کو ہمارے قبضے میں دیا ہے ان کو اپنے فائدے کی نظر سے اندھیرے میں رکھنا بہتر ہے یا خدا کا، ملک کا، انسانیت کا فرض ادا کرنے کے خیال سے ان کو روشنی میں لانا فرض ہے؟ یہ بحث نہ صرف ہندوستان میں تھی بلکہ اس بحث سے پارلیمنٹ کے کمرے انگلستان میں بھی گونجتے تھے۔ وہ شخص، جو اپنی نیک روی سے خدا کے بندوں پر نیکی کرنا چاہتا تھا، اس امر میں گورنمنٹ سے مخالف تھا، مگر بڑی بحث کے بعد وہ نیک بندہ خدا کے بندوں پر شفقت کرنے والا یعنی لارڈ میکالے جیت گیا۔ میری دانست میں کوئی گورنر جنرل، کوئی وائسرائے، کوئی ملک کا خیر خواہ ایسا نہیں گزرا جس نے لارڈ میکالے سے زیادہ ہندوستان پر اور ہندوستانیوں پر احسان کیا ہو، جس نے اس طرح کے استقلال اور ملک کی خیر خواہی زور قلم اور سچی رائے سے ثابت کر کے یہ طے کرا دیا کہ انگریزی زبان اور یورپین سائنسز کی ہندوستانیوں کو اعلیٰ درجے کی تعلیم ہو۔" [1]

سرسیدؒ نے اپنے مضمون میں واشگاف الفاظ میں بیان کیا کہ "ہم کو علوم مشرقی کی ترقی کے پھندے میں پھنسانا ہندوستانیوں کے ساتھ نیکی کرنا نہیں ہے بلکہ دھوکے میں ڈالنا ہے۔ ہم لارڈ میکالے کو دعا دیتے ہیں کہ خدا اس کو بہشت نصیب کرے کہ اس نے اس دھوکہ کی ٹٹی کو اٹھا دیا تھا۔ کیا وہ ٹٹی ہماری آنکھوں کے سامنے پھر لگائی جاتی ہے؟" [2]

سرسید نے علوم مشرقی کی ترویج کی مخالفت کرتے ہوئے تحریر کیا۔

"ہم علوم مشرقی کی ترقی کے معنی نہیں سمجھتے، نہ علوم مغربی کا دیسی زبانوں کے ذریعے سے اعلیٰ درجہ کی تعلیم تک شائع ہونا ممکن جانتے ہیں جو اصلی مقاصد پنجاب یونیورسٹی کالج کے ہیں۔ اور اس لیے اس کو کوئی ذریعہ اپنی ترقی کا بجز ایک دھوکہ کے قرار نہیں دے سکتے۔" [3]

"ہندوستان میں اس خیال کا پیدا کرنا کہ ہم مشرقی علوم اور دیسی زبان اور دیسی علوم کو (جن کو ہم نہیں جانتے) ترقی دے کر عزت و دولت و حشمت و حکومت حاصل کریں گے بعینہٖ ایسا ہی ہے جیسے کوئی امریکہ کے اصل باشندوں کو خیال دلائے کہ تم اپنی دیسی زبان اور دیسی علوم میں (جو کچھ کہ ہوں) ترقی کر کے اپنی حکمران قوم میں عزت و دولت و حشمت و حکومت حاصل کرو گے۔" [4]

---

[1] سفر صـ۲۵۱ [2] مقالات سرسید (۱۵) صـ۶۲ [3] ایضاً صـ۶۶ [4] ایضاً (۸) صـ۳۶

انہوں نے یونیورسٹی کالج لاہور کو خوب خوب ہدف تنقید بنایا اور لکھا۔

"علوم مشرقی کی ترقی اور چھوٹی موٹی ترجمہ کی ہوئی کتابیں ہم کو کیا نتیجہ دیں گی اور ہم کو کون سی عزت و دولت و حشمت و حکومت بخشیں گی، یونیورسٹی کالج لاہور نے اب تک ہم کو کس نتیجہ پر پہنچایا ہے جو آئندہ پوری یونیورسٹی ہو کر اور مردہ علوم مشرقی کو زندہ کرکے اور ہماری پرانی شائستگی کو پھر پیدا کرکے ہم کو پہنچائے گی کچھ شبہ نہیں کہ یونیورسٹی کالج اب بھی ہماری ترقیوں کا سدِ راہ ہے اور جب وہ یونیورسٹی ہو جائے گا اور ضرور ہو جائے گا تو ملک کے لیے، قوم کے لیے، ملکی ترقی کے لیے، قومی ترقی کے لیے آفت عظیم ہوگا۔۔۔

۔۔۔ یونیورسٹی کالج لاہور، جو پوری یونیورسٹی ہونے والا ہے۔ بجز اس کے کہ ہم کو سیدھی راہ چلنے سے روکے، ہم کو ہمارے حقوق سے محروم رکھے، ہم کو اس لائق نہ ہونے دے کہ ہم اپنے حقوق کا دعویٰ کر سکیں، اور کیا کر سکتا ہے؟ ۔۔۔۔۔۔ ہم کو علوم مشرقی کے زندہ کرنے اور مشرقی زبانوں کے ترقی دینے کے جال میں پھنسانا صاف ایسی تدبیریں کرنا ہے کہ جہاں تک ہو سکے ہم کو ہماری ترقیات حاصل کرنے سے روکا جائے ۔۔۔۔۔۔۔ پس پنجاب یونیورسٹی، اگر وہ قائم ہو جائے تو، ہمارے حق میں بجز اس کے کہ ہماری اعلیٰ درجہ کی یورپین تعلیم کو برباد کر دے اور پالیسی پر عمل کرے جو ہمیں برباد کرنے والی ہے اور کیا کرے گی" [1]

"یونیورسٹی کالج لاہور نے بلخ و بدخشاں کے طالب علموں کو جو کچھ تعلیم دی ہو، ہم کو اس کا حال معلوم نہیں مگر آج تک اس نے ایک کو بھی عربی یا فارسی میں ان لوگوں کے برابر نہیں بنایا جنہوں نے مسجد کے چبوتروں اور خانقاہ کے تنگ و تاریک حجروں میں بیٹھ کر اور درود و فاتحہ کی روٹیوں پر گزارہ کرکے عربی اور فارسی کی تحصیل کیا اور اعلیٰ درجہ کا تبحر اس میں پیدا کیا مگر اس کا نتیجہ بجز اس کے کہ مُردوں کی روٹیاں کھانے والے زیادہ ہو گئے ملک کو کیا فائدہ پہنچا؟ اگر پنجاب یونیورسٹی قائم ہو جائے اور ہم کو علوم مشرقی میں ویسی ہی تعلیم دے (گو ویسی تعلیم بھی ممکن نہیں) تو بجز اس کے کہ چند بھکاری اور چند فاتحہ کی روٹیاں کھانے والے ملک میں زیادہ ہو جائیں، اور کیا نتیجہ حاصل ہو سکتا ہے؟" [2]

سرسید گذشتہ دور کے علوم مشرقی کے عالم وکیلوں کی قابلِ رشک کامیابیوں کا ذکر بھی کرتے ہیں لیکن حال کے تقاضوں کے تحت ان علوم کو بے فائدہ سمجھتے ہوئے تحریر کرتے ہیں۔

"ہم مثالاً اپنے ملک کی بڑی عدالت کا ذکر کرتے ہیں جب کہ صدر عدالت ہائی کورٹ نہیں ہوئی تھی مشرقی علوم اور مشرقی زبان کے نہایت ذی علم و لائق شخص وکالت کرتے تھے اور ایسے کامیاب تھے کہ

---

[1] ایضاً ص ۳۷ تا ۴۰ [2] ایضاً ص ۴۲

زمانہ ان پر رشک کرتا تھا۔ وہ نام کے مولوی عالم اور مولوی فاضل نہ تھے بلکہ حقیقتاً مشرقی علوم اور مشرقی زبان کے ایسے عالم تھے کہ پنجاب یونیورسٹی کالج کو ان سے آدھا بھی پیدا کرنا نہایت مشکل ہے۔ دفعتہً ۱۸۶۶ء میں صدر عدالت ہائی کورٹ ہوگئی اور یوروپین علوم اور یوروپین زبان نے اپنا راج کیا۔ وہ بار آور درخت علوم مشرقی اور مشرقی زبان کے، جن کی پتنگ آسمان تک پہنچی تھی، اس طرح کملا کر زمین پر گر پڑے جیسے کوئی نیا نازک پودا پالے کے صدمہ سے جھلس جائے۔ اب ہائی کورٹ میں جاکر علما علوم مشرقی کا حال دیکھو کہ ان پر مکھیاں بھنکتی ہیں۔ نہ وہ اپنی ذات کا کچھ فائدہ کر سکتے ہیں، نہ ملک کا، نہ قوم کا" ۱

سرسیدؒ کے یہ نظریات طاقت ور انگریزی حکومت کی حاکمانہ پالیسیوں کے باعث کسی مجبوری کی پیداوار نہیں بلکہ وہ غیر ملکی حکومت کے ایسے اقدامات کی صریحاً مخالفت کرتے ہیں جو مشرقی علوم کی ترقی کے ضمن میں اٹھائے جائیں اور ایسی حکمت عملیوں کی زبردست حمایت کرتے ہیں جن میں انگریزی زبان اور یورپین علوم کو دیسی زبانوں اور مشرقی علوم پر ترجیح دی گئی ہو۔ مثال کے طور پہ انہوں نے متذکرہ مضامین میں تحریر کیا۔

"ہم گورنمنٹ کی اس تجویز کو کہ تمام اعلیٰ عہدے بجز لائق انگریزی دانوں کے کسی کو نہ دیئے جائیں سے نہائت پسند کرتے ہیں اور جہاں تک کہ اس میں سختی ہوتی جائے ملک کا اور قوم کا اور گورنمنٹ کا سب کا فائدہ سمجھتے ہیں۔" ۲

سرسیدؒ کا خیال تھا کہ "ہمیں اپنی قوم کو انگریزی زبان کی، جس کو خدا نے اپنی مرضی سے ہم پر حکومت دی ہے اور جس کے مانے بغیر ہم دنیا کا کوئی کام نہیں کر سکتے بلکہ میں کہوں گا کہ دین کی بھی خدمت نہیں کر سکتے، تعلیم دینا ہے۔" ۳

مشرقی علوم کے ذریعے ڈگری پانے والے پچھلے عالموں کے متعلق انہوں نے سوال کیا کہ وہ "اس زمانے میں کس کام کے ہوں گے اور ملک کو ان سے کیا فائدہ ہوگا؟ مانا کہ وہ علم کے خزانے رکھتے ہوں، مگر وہ خزانے ہمارے کس کام آئیں گے، جب کہ ہماری حکمران زبان وہ زبان نہیں ہے۔ ان کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کہ ایک پتلے کے پیٹ میں بہت سی کتابیں بھر دی جائیں۔" ۴ سرسیدؒ نے قوم کے لیے جو راہ متعین کی وہ ان الفاظ سے ظاہر ہے۔

"ہمارے لیے سیدھا راستہ کھلا ہے کہ جہاں تک ہم سے ہو سکے یوروپین لٹریچر اور یوروپین سائینسز میں

---

۱ ایضاً ص۴۵ ۲ ایضاً ص۴۶ ۳ مکمل مجموعہ لیکچرز ص۴۹۰
۴ سفرنامہ پنجاب ص۲۵۲

اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کی ترقی کریں ۔ جہاں تک ہم کو یونیورسٹی کے سچے خطابات حاصل ہو سکتے ہیں حاصل کریں اور جب اس سے بھی زیادہ ہم میں ہمت ہو، آکسفورڈ، کیمبرج کی یونیورسٹیوں میں تعلیم کو جائیں، اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کی ڈگریاں حاصل کرنے میں کوشش کریں، اپنے تئیں مہذب و تعلیم یافتہ جنٹلمین اس کے اصلی و حقیقی معنوں میں بنائیں اور جو فیض تعلیم و تربیت و تہذیب ہم نے ان مہذب ملکوں میں حاصل کیا ہو اس کو اپنے ہم وطنوں اور ہم قوموں میں پھیلائیں ۔'' [1]

اور اس تمام بحث کا لُبِّ لباب سرسیّد ہی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں ۔

''ہمارے ملک کو، ہماری قوم کو اگر درحقیقت ترقی کرنی اور فی الواقع ہماری ملکہ معظمہ قیصرۂ ہند کا سچا خیر خواہ اور وفادار رعیت بننا ہے تو اس کے لیے بجز اس کے اور کوئی راہ نہیں ہے کہ وہ علوم مغربی و زبان مغربی میں اعلیٰ درجہ کی ترقی حاصل کرے ۔'' [2]

''جو شخص اپنی قومی ہمدردی سے اور دور اندیش عقل سے غور کرے گا وہ جانے گا کہ ہندوستان کی ترقی، کیا علمی اور کیا اخلاقی، صرف مغربی علوم میں اعلیٰ درجہ کی ترقی حاصل کرنے پر منحصر ہے ۔ اگر ہم اپنی اصلی ترقی چاہتے ہیں تو ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی مادری زبان تک کو بھول جائیں ۔ تمام مشرقی علوم کو نسیاً منسیاً کردیں ۔ ہماری زبان یورپ کی اعلیٰ زبانوں میں سے انگلش یا فرینچ ہو جائے ۔ یورپ ہی کے ترقی یافتہ علوم دن رات ہمارے دست مال ہوں ۔ ہمارے دماغ یورپین خیالات سے (بجز مذہب کے) لبریز ہوں ۔ ہم اپنی قدر، اپنی عزت کی قدر خود آپ کرنی سیکھیں ۔ ہم گورنمنٹ انگریزی کے ہمیشہ خیر خواہ رہیں اور اس کو اپنا محسن و مربّی سمجھیں ۔'' [3]

کتابیات

سرسیّد احمد خاں (حالات و افکار) از مولوی عبدالحق، انجمن ترقی اردو کراچی (۱۹۷۵ء)

سید احمد خاں کا سفرنامہ پنجاب (مولوی اقبال علی) مجلس ترقی ادب لاہور (۱۹۷۳ء)

مقالات سرسیّد (مرتبہ شیخ اسماعیل پانی پتی) مجلس ترقی ادب لاہور

حصّہ ہشتم (۱۹۶۲ء)

حصّہ ۱۵ (۱۹۶۳ء)

مکمل مجموعہ لکچرز و اسپیچز (مرتبہ محمد امام الدین گجراتی) مصطفائی پریس لاہور (۱۹۰۰ء)

---

[1] مقالات سرسید (۸) ص۱۱۲ [2] ایضاً ص۱۵۸ [3] ایضاً (۱۵) ص۴۶ ۔